حدیث مــرسل

علی اصغـر چشتی

لغوی لحاظ سے ,,مرسل،، ارسل سے اسم مفعول ہے ۔ جس کے معنی چھوڑ دینے کے آتے ھیں ۔ اصطلاحی اعتبار سے مرسل ھر وہ روایت کہلاتی ہے جس کی سند کا آخری راوی (صحابی) چھوڑ دیا گیا ھو ۔ یعنی اس کا ذکر کئے بغیر راوی نے روایت بیان کی ھو ۔ (۱)

اس کی عام صورت یہ ھو سکتی ہے کہ کوئی تابعی حضور علیہ السلام کے کسی قول ، فعل یا حال سے متعلق روایت بیان کرے ۔ لیکن صحابی کا نام نہ لے ۔ حالانکہ روایت اس نے صحابی سے اخذ کی ھو ۔

مثال کیلئے ھم مندرجہ ذیل روایت پیش کرتے ھیں ۔

امام مسلم نے کتاب البیوع میں یہ روایت تخریج کی ہے ۔

حدثنی محمد بن رافع حدثنا حجین حدثنا اللیث بن عقیل عن ابن شهاب عن سعید بن المسیب ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نهی عن بیع المزابنة ۔ (۲)

اس روایت کی سند کے آخری راوی حضرت سعید بن المسیب ھیں اور وہ تابعی ھیں ۔ انھوں نے چونکہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نہیں سنی ۔ اس لئے ظاھر ہے کہ کسی صحابی سے سنی ھو گی ۔ لیکن اس روایت کو بیان کرتے وقت آپ نے صحابی کا نام نہیں لیا ۔ اس لئے بعد میں محدثین حضـرات تک روایـت صحابی کے نام کے بغیر پہنچ گئی اور اس طرح نقل ھوتی رھی ـــــ

ایسی ہر روایت جس کی سند میں آخری راوی کا نام نہ ہو ۔ اصطلاح محدثین میں مرسل کہلاتی ہے ۔

بعض مرتبہ یہ بھی ہوتا ہے کہ روایت کی سند میں آخر کے دو راوی محذوف ہوتے ہیں ۔ چونکہ صغار تابعین نے کبار تابعین سے روایات اخذ کی ہیں ۔ اس لئے ظاہر تو یہی نظر آتا ہے کہ ایک راوی چھوٹ گیا ہے ۔ لیکن حقیقت میں دو راوی ساقط ہو گئے ہوتے ہیں ۔ اگر روایت کے بارے میں معلوم ہو جائے کہ اس کی سند کے آخری دو راوی ساقط کر دیئے گئے ہیں ۔ تو محدثین حضرات کے نزدیک ایسی روایت کی حیثیت مزید کمزور ہو جاتی ہے ۔

محدثین حضرات کا اصول یہ ہے کہ سند میں اگر صحابی یعنی آخری راوی کا سقوط ہو گیا ہو تو روایت مرسل کہلائے گی ۔ شیخ جمال الدین دمشقی کہتے ہیں : ۔ المرسل ہو ماسقط منہ الصحابی ، کقول نافع : قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کذا او فعل کذا او فعل بحضرتہ کذا او نحو ذلک » ۔ (۳)

یعنی مرسل وہ روایت ہے جس کی سند میں صحابی کا نام نہ لیا گیا ہو ۔ مثلاً حضرت نافع کہیں کہ حضور علیہ السلام نے ایسا کہا ۔ کیا یا آپ علیہ السلام کے سامنے ایسا ہوا ۔

لیکن بعض مرتبہ اس اصول کے ظاہر کو پیش نظر رکھ کر محدثین نے ان روایات کو بھی مراسیل میں شمار کیا ہے ۔ جو حقیقت میں مراسیل نہیں ہیں ۔

آپ لکھتے ہیں :

,,وقد یطلق المرسل علی المنقطع والمعضل ، کما یقع ذلک فی کثیر من السنن والصحیح ایضاً (کما فی فتح المغیث ۔ وھو رای الفقہاء والاصولیین » ۔ (۴)

بعض مرتبه مرسل کا اطلاق منقطع اور معضل پر بھی کیا جاتا ہے۔ جیسا که ,,سنن" اور ,,صحیح" کی کتابوں میں کئی روایات پر مرسل کا حکم لگایا گیا ہے۔ حالانکه وه اصطلاح محدثین میں مرسل نہیں ھیں ۔ علامه سخاوی نے فتح المغیث میں اس پر تفصیلاً گفتگو کی ہے۔ در اصل یه فقہاء اور علماء اصول کی رائے ہے۔

علمائے اصول نے کئی مواقع پر علمائے حدیث کے اقوال سے اختلاف کیا ہے۔ حتی که حدیث کی تعریف میں بھی ان حضرات کے اقوال مختلف ھیں ۔ اس اختلاف کو دیکھ کر بعض حضرات علمائے اصول کے بارے میں یه سمجھتے ھیں که حدیث کے اخذ کے معامله میں وه متساهل ھیں ۔ حالانکه ایسی کوئی بات نہیں ۔ اصل بات یه ہے که علمائے حدیث اور علمائے اصول کی ذمه داری مختلف ہے۔ علمائے حدیث کی ذمه داری صرف یه ہے که سند متصل کے ساتھ حضور علیه السلام کے اقوال ، افعال اور احوال سے تعلق رکھنے والی روایات کو محفوظ کریں ۔ جبکه علمائے اصول کی ذمه داری یه ہے که ان روایات سے احکام کے استنباط و استخراج میں استفاده کریں ۔ اس لئے بعض روایات ایسی هوتی ھیں جو سند متصل نہیں هوتیں یا ان کی سند میں ضعف اور ارسال هوتا ہے۔ لیکن جب ایک فقیه کو اس باب میں کوئی مسند اور صحیح روایت نہیں ملتی تو وه اس مرسل اور ضعیف روایت کو لیکر اس کی بنیاد پر استنباط کر لیتا ہے اور اس کا ایسا کرنا اصول کے تحت صحیح ہے۔ لیکن عام حضرات اس کے اس فعل کو مناسب نہیں سمجھتے اور اسے اس کے تساهل پر محمول کرتے ھیں ۔

مرسل کی تفسیر میں اختلاف : مرسل کی تعبیر اور تفسیر میں محدثین حضرات کے اقوال مختلف ھیں ۔ اگرچه یه اختلاف اصطلاح

تک محدود ہے ۔ بہرحال اس کا تذکرہ اس پر بحث کے ضمن میں افادیت سے خالی نہیں ۔

سعید بن القطان کہتے ہیں : ان الارسال روایة الراوی عمن لم یسمع منه و علیه فتکون روایة من روی عمن سمع منه مالم یسمع منه بان یکون بینهما واسطة فیها لیست من قبیل الارسال ، بل من قبیل التدلیس ، فیکون فی حدالمرسل أربعة اقوال » ۔ (٥)

ارسال راوی اس شخص سے روایت کرنے کو کہتے ہیں ۔ جس سے نه اس نے سنا ہو اور نه اس کے سامنے پڑھا ہو ۔ یعنی براہ راست استفادہ نه کیا ہو ۔ ظاہر ہے که اس صورت میں راوی اور روایت کے اصل راوی کے درمیان واسطه ہوگا اور راوی اگر اپنے شیخ کا واسطه بیان کئے بغیر روایت کرتا ہے تو یه تدلیس کی صورت ہے ، ارسال کی نہیں ۔ اس لئے مرسل سے متعلق چار اقوال مدنظر رہنے چاہئیں ۔ ویسے ارسال کے معنی عدم تقیید کے ہیں اور اصطلاح محدثین میں اس سے مراد یہی ہے که روایت کی سند میں راوی آخری راوی کا نام چھوڑ کر روایت کرے ۔

علامه سخاوی نے ان اقوال کو وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے ۔ آپ کہتے ہیں :

اما الاختلاف فی تفسیر المرسل فھو علی اربعة اقوال ۔

الاول : مرفوع التابعی مطلقا ۔ وھو المشھور بین ائمة الحدیث ۔

الثانی : مرفوع تابعی کبیر کسعید بن المسیب ۔

الثالث : قول غیر الصحابی من أئمه الحدیث و رواته ، قال صلی الله علیه وسلم ۔

الرابع : ما انقطع اسناده ، بان یکون من روایة من لم یسمعه من فوقه وعلی ھذا یعمّ جمیع اقسام المنقطع ۔ (٦)

جہاں تک مرسل کی تعبیر و تفسیر کا تعلق ہے۔ تو اس ضمن میں مندرجہ ذیل چار اقوال مشہور ہیں۔

(۱) مطلق تابعی کی مرفوع روایت۔ یہ ائمہ حدیث کے ہاں مشہور ہے۔

(۱۱) بزرگ تابعی کی مرفوع روایت جیسے سعید بن المسیب کی روایت۔

(۱۱۱) صحابی کے علاوہ کسی امام یا راوی کا یہ قول کہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

(IV) جس روایت کی سند میں انقطاع ہو یعنی راوی نے اپنے شیخ سے نہ سنا ہو پھر بھی روایت کر رہا ہو۔ اس صورت میں اس کے اندر منقطع ، معضل اور معلق بھی آ جاتی ہے۔

امام نووی کہتے ہیں کہ یہ علمائے اصول اور فقہاء کا قول ہے۔ خطیب اور محدثین کی ایک جماعت نے بھی اسی قول کو اپنایا ہے۔

حافظ ابن الصلاح کہتے ہیں : ,,وصورته التی لاخلاف فیها : حدیث التابعی الکبیر الذی قد ادرک جماعة من الصحابه وجالسهم کعبید الله بن عدی ابن الخیار، ثم سعید بن المسیب وأمثا لهما : اذا قال : قال رسول الله صلی الله علیه وسلم۔ (٧)

مرسل کی وہ صورت جس پر سب کا اتفاق ہے وہ یہ ہے کہ روایت کو کسی ایسے بزرگ تابعی نے بیان کیا ہو جس نے صحابہ کرام کے فیض صحبت سے استفادہ کیا ہو۔ جیسے عبیداللہ بن عدی بن الخیار اور حضرت سعید بن المسیب وغیرہ۔

بعض حضرات نے تابعین میں درجہ بندی کی ہے۔ اور صرف ان حضرات کی مرسل روایات کو قابل اعتماد کہا ہے جو کبار تابعین کے زمرہ میں آتے ہیں۔ لیکن یہ تفریق اس لحاظ سے مناسب نہیں کہ

حضرات تابعین کا حضرات صحابه سے پورا تعلق رہا اور صحابه کرام کے پاس جتنی روایات تھیں ان حضرات نے ان سے اخذ کر کے اپنے پاس محفوظ کر لیں ـ

پہلی صدی ھجری میں جہاں صحابه کرام کی اچھی خاصی تعداد موجود تھی وهاں تابعین حضرات کی بھی بہت بڑی تعداد تھی بعد کے محدثین کو حدیث کے جو ذخائر ملے ھیں وہ ان تابعین کی کوششوں اور محنت کا نتیجه ھیں ـ چونکه ہر تابعی کی ملاقات کسی نه کسی صحابی سے ھونا ضروری ہے ـ اس لئے جس تابعی نے بھی مرسل روایت بیان کی ھو ظاهر ہے اس نے کسی صحابی یا بزرگ تابعی سے سنی ھو گی ـ اور پھر اپنے ضبط اور حفظ پر اعتماد کرتے ھوئے اس نے آخری راوی کا نام نہیں لیا ھو گا ـ اس لئے ایسی روایت کو بھی قابل اعتماد کہنا چاهئیے ـ

علامه ابن الصلاح کہتے ھیں : والمشهور التسویه بین التابعین اجمعین فی ذلک ، وحکی ابن عبدالبر عن بعضهم : انه لا یعد ارسال صغار التابعین مرسلاً ، ثم ان الامام الحاکم یخض المرسل بالتابعین ، والجمهور من الفقها والاصولیین یعمّمون التابعین ـ (٨)

محدثین کے هاں مشهور بات تو یہی ہے که مرسل کے سلسله میں تابعین سب کے سب برابر ھیں ـ یعنی صغار اور کبار کی درجه بندی نہیں ہے ـ لیکن ابن عبدالبر نے بعض محدثین کے بارے میں بتایا ہے که وہ صغار تابعین کی روایت کو مرسل نہیں مانتے ـ هاں امام حاکم نے مرسل کو تابعین کے ساتھ خاص کر دیا ہے ـ اور جمهور فقهاء کے نزدیک اس میں تخصیص نہیں تعمیم ہے ـ

علمائے حدیث اور علمائے اصول کا یه اختلاف شروع سے چلا آ رہا ہے ـ امام نووی کہتے ھیں : اتفق علماء الطوائف علے ان قول

التابعی الکبیر : قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم کذا او فعله یسمی مرسله ، فان انقطع قبل التابعی واحد او اکثر ، قال الحاکم وغیره من المحدثین : لا یسمی مرسله بل یختص المرسل بالتابعی عن النبی صلی اللہ علیه وسلم ، فان سقط قبله فهو منقطع و ان کان اکثر فمعضل و منقطع ، ـــــ والمشهور فی الفقه والاصول ان الکل مرسل وبه قطع الخطیب ـ وهذا الاختلاف فی الاصطلاح والعبارة ـ (۹)

کئی جماعتوں کے علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ بزرگ تابعی کا یہ کہنا کہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یا فعل رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم مرسل روایت کہلائے گی ـ اور اگر تابعی سے پہلے ایک یا زیادہ راوی چھوٹ جائیں تو امام حاکم اور دیگر محدثین کا کہنا ہے کہ ایسی روایت مرسل نہیں کہلائے گی بلکہ منقطع یا معضل ہو گی ـ ہاں فقہاء اور اصولیین کے ہاں دونوں صورتوں میں روایت مرسل رہے گی ـ یہ اختلاف دراصل اصطلاح اور تعبیر کی وجہ سے ہوا ہے ـ

اس اصطلاحی اور تعبیری اختلاف کی وجہ سے حدیث مرسل کی حجیت فقہاء اور محدثین کے ہاں مختلف رہی ہے ـ بعض حضرات اسے قابل حجت تسلیم کرتے ہیں اور بعض کے نزدیک یہ قابل استدلال نہیں ـ اس بارے میں کئی اقوال منقول ہیں ـ

علامہ سیوطی اس بارے میں لکھتے ہیں :

فی الاحتجاج بالمرسل عشرة اقوال :

١ ـ المرسل هو حجة مطلقا ـ

٢ ـ لا یحتج به مطلقا

٣ ـ یحتج به ان ارسله اهل القرون الثلاثة ـ

٤ ـ یحتج به ان لم یرو الاعن عدل ـ

٥ ـ يحتج به ان ارسله ، سعيد فقط ـ

٦ ـ يحتج به ان لم يكن فی الباب سواه ـ

٧ ـ المرسل هوا قوی من المسند ـ

٨ ـ يحتج به نُدْباً لا وجوبا ـ

٩ ـ يحتج به ان ارسله صحابی ـ

١٠ ـ اجمع التابعيون علی قبول المرسل ـ (١٠)

مرسل کے قابل استدلال ہونے کے بارے میں دس اقوال ھیں ـ جو حسب ذیل ھیں :

١ ـ مرسل مطلقاً حجت ہے ـ یعنی ہر حال میں قابل استدلال ہے ـ

٢ ـ مرسل کسی حال میں بھی قابل استدلال نہیں یعنی حد درجہ ضعیف ہے ـ

٣ ـ اگر قرون ثلاثہ سے تعلق رکھنے والے راویوں میں سے کسی نے ارسال کیا ہو تو قابل قبول ہے ـ

٤ ـ اگر اس کے سارے راوی عادل ہوں تو قابل حجت ہے ـ

٥ ـ اگر سعید بن المسیب نے ارسال کیا ہو تو قابل تسلیم ہے ـ

٦ ـ اگر باب میں اس کے علاوہ کوئی روایت نہ ملے تو قابل استدلال ہے ـ

٧ ـ مرسل ، مسند سے زیادہ قوی ہے ـ

٨ ـ مرسل پر عمل واجب نہیں مستحب ہے ـ

٩ ـ اگر صحابی نے ارسال کیا ہو تو صحیح اور قابل حجت ہے ـ

١٠ ـ تابعین کے ہاں مرسل روایت قابل قبول رہی ہے ـ

ان اقوال سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ محدثین کے ہاں مرسل کی حجیت کے بارے میں اچھا خاصا اختلاف موجود ہے ـ اور اس بارے میں مختلف جماعتوں کے اصول مختلف رہے ہیں ـ لیکن اصل بات یہ ہے کہ ان

اقوال میں سے ہر ایک قول کو ایک ہی مستقل جماعت کی حمایت حاصل نہیں۔ بلکہ ایک جماعت نے کئی اقوال پیش نظر رکھے ہیں۔ مرسل کے قابل استدلال ہونے کے بارے میں مشہور اقوال تین ہیں۔ جن کا تفصیلی جائزہ لیا جانا چاہئیے۔ (یہ مقالہ چونکہ مختصر ہے اس لئے یہاں تفصیل کے بجائے اجمالاً تذکرہ ہوگا) ذیل میں ان پر بحث کی جاتی ہے۔

(١) **مرسل مطلقاً ضعیف ہے :۔** محدثین کی ایک جماعت حدیث مرسل کو بالکل ضعیف قرار دیتی ہے۔ ان حضرات کے نزدیک یہ کسی صورت میں بھی قابل استدلال نہیں۔ بعض علمائے اصول کی طرف بھی اس قول کو منسوب کیا گیا ہے۔ امام نووی لکھتے ہیں : ,,ثم المرسل حدیث ضعیف عند جماهیر المحدثین والشافعی وکثیر من الفقهاء و اصحاب الاصول ،، (١١)۔ مرسل جمہور محدثین ، امام شافعی ، فقہاء اور اہل اصول کے نزدیک ضعیف ہے۔ مقصد یہ ہے کہ مرسل ضعیف کی اقسام میں سے ایک قسم ہے۔ اور اس سلسلہ میں واقعی کوئی اختلاف نہیں۔ سب حضرات نے اسے ضعیف کہا ہے۔ جہاں تک اس کے قابل حجت ہونے کا تعلق ہے تو آپ لکھتے ہیں :

حکی الحاکم ابو عبداللہ ــ عن سعید بن المسیب و جماعة اهل الحدیث وقال الامام مسلم : والمرسل من الروایات فی اصل قولنا وقول اهل العلم باالاخبار لیس بحجة ،، (١٢)۔

امام حاکم نے سعید بن المسیب اور اہل حدیث کی ایک جماعت کا یہ قول نقل کیا ہے کہ مرسل ضعیف ہے۔ اور امام مسلم کہتے ہیں : مرسل روایت ہمارے نزدیک اور علمائے اخبار کے نزدیک حجت نہیں۔

حافظ ابن حجر نے محدثین کے اس قول کو تفصیل سے لیا ہے۔ اور بتایا ہے کہ ان حضرات کے اس قول کی بنیاد اس بات پر ہے کہ

مرسل میں بہرحال احتمال ہوتا ہے۔ آپ لکھتے ہیں :

,,وانما ذکر ۔ یعنی المرسل ۔ فی قسم المردود للجھل بحال المحذوف ، لانه یحتمل ان یکون صحابیا ویحتمل ان یکون تابعیا ، ـــــ وعلی الثانی یحتمل ان یکون ضعیفا ویحتمل ان یکون ثقة ، ـــــ وعلی الثانی یحتمل ان یکون حمل عن صحابی ویحتمل ان یکون حمل عن تابعی آخر ـــــ ،، (۱۳)

مرسل کو اس لئے مردود اقسام میں شامل کیا گیا ہے کہ اس کی سند میں جو راوی محذوف ہوتا ہے اس کا حال معلوم نہیں ہوتا ۔ پہلی بات یہ ہے کہ وہ صحابی بھی ہو سکتا ہے اور تابعی بھی ۔ پھر جو راوی محذوف ہے ممکن ہے وہ ضعیف ہو اور ممکن ہے کہ ثقہ ہو ـــ پھر یہ صورت بھی ہو سکتی ہے کہ اس نے روایت صحابی سے اخذ کی ہو ۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دوسرے تابعی سے اخذ کی ہو ان سارے احتمالات کی وجہ سے مرسل محدثین کے ہاں قابل رد ہے قابل استدلال نہیں ۔

جن حضرات کے نزدیک مرسل قابل اعتماد نہیں ان کے قول کی بنیاد راوی کے مجہول ہونے پر ہے ۔ امام نووی نے بھی اس پر گفتگو کی ہے ۔ اور بتایا ہے کہ محدثین کے ہاں جب مجہول الحال کی روایت قابل حجت نہیں تو محذوف کی روایت کیسے قابل استدلال ہو سکتی ہے ۔ آپ لکھتے ہیں :

,,ودلیلنا فی رد العمل به ، انه اذا کانت روایة المجھول المسمی به لا تقبل لجھالة حاله. فروایة المرسل اولی لأن المروی عنه محذوف ـــ مجھول العین والحال ـــ (۱۴)

مرسل کے قابل عمل نہ ہونے کی دلیل ہمارے پاس یہ ہے کہ جب مجہول الحال کی روایت اس بنیاد پر قابل قبول نہیں کہ اس کا

حال معلوم نہیں ۔ تو ایسے راوی کی روایت کیسے قابل اعتبار ہو سکتی ہے جو مجہول العین بھی ہو اور مجہول الحال بھی ۔ اس لئے مرسل قابل استدلال نہیں ہو سکتی ۔

صحیح مسلم کے مقدمہ کی شرح میں آپ لکھتے ہیں کہ ,,أما المرسل فهو عند الفقهاء و اصحاب الاصول والخطيب الحافظ ابی بكر البغدادی وجماعة من المحدثين ما انقطع اسناده علی ای وجه كان انقطاعه ، فهو عند هم بمعنی المنقطع ، وقال جماعات من المحدثين او اكثرهم لا يسمی مرسله الا ما اخبر فيه التابعی عن رسول الله صلی الله عليه وسلم ۔ قال ۔ ثم مذهب الشافعی والمحدثين او جمهور هم وجماعة من الفقهاء انه لا يحتج بالمرسل ـــ (۱۵)

یعنی جہاں تک مرسل کا تعلق ہے تو فقہاء ، اہل اصول ، خطیب بغدادی اور محدثین کی ایک جماعت کے نزدیک اس کا اطلاق اس روایت پر ہوتا ہے جس کی سند میں کسی وجہ سے انقطاع آ گیا ہو اس لئے ان حضرات کے نزدیک مرسل ، منقطع کے مفہوم میں آتی ہے ۔ لیکن محدثین کی بڑی تعداد ایسی روایت کو مرسل نہیں کہتی ہاں ان کے ہاں وہی روایت مرسل ہے جسے تابعی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہو ۔ اس کے بعد آپ کہتے ہیں کہ امام شافعی ، محدثین اور فقہاء کی ایک جماعت کا قول یہ ہے کہ مرسل قابل حجت نہیں ۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر کسی مرسل روایت کی سند کے رجال سارے کے سارے ثقہ ہوں اور آخری راوی کے بارے میں بھی معلوم ہو کہ وہ ہمیشہ ثقہ راویوں سے اخذ کرتا ہے تو کیا اس صورت میں اس روایت پر اعتماد کیا جا سکتا ہے ؟ ۔ اس بارے میں بھی محدثین کا جواب اپنے اقوال کے مطابق مختلف ہے ۔ علامہ جزائری

اس ضمن میں لکھتے ھیں : ,,والحدیث المرسل ضعیف لایحتج به عند جمهور المحدثین وکثیر من الفقهاء و اصحاب الاصول والنظر، وذلک للجهل بحال الساقط من السند ، فانه یحتمل ان یکون ، غیر صحابی واذا کان کذلک فیحتمل ان یکون ضعیفا ، و ان اتفق ان یکون المرسل لا یروی الاعن ثقه فالتوثیق مع الابهام غیر کاف ... (۱۶)

حدیث مرسل ضعیف ہے۔ اور جمہور محدثین ، فقہاء اور اهل اصول کے نزدیک قابل حجت نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سند میں جو راوی ساقط ہوتا ہے۔ اس کا حال معلوم نہیں ہوتا ۔ یہ احتمال بہرحال ہو سکتا ہے کہ وہ راوِی صحابی نہ ہو تابعی ہو۔ اور اگر یہ احتمال واقعی ہو تو پھر ممکن ہے کہ وہ ثقہ نہ ہو ضعیف ہو۔ اور اگر ارسال کرنے والے کے بارے میں پوری طرح معلوم ہو جائے کہ وہ ثقہ راویوں ھی سے روایت لیتا ہے تو بھی یہاں ابہام پایا جاتا ہے۔ اور ابہام کے ہوتے ہوئے توثیق کافی نہیں ہو سکتی۔

اس ضمن میں اور بھی کئی اقوال پیش کئے جا سکتے ھیں ۔ لیکن مقالہ بہت طویل ہو جائے گا ۔ اس لئے مذکورہ اقوال پر اکتفا کیا جاتا ہے۔ اب ہم دیگر مذاہب کا بھی مختصر تذکرہ کریں گے۔

(۱) **مرسل قابل استدلال ہے :** ۔ علمائے حدیث اور فقہاء کی ایک جماعت کے نزدک مرسل قابل عمل اور قابل استدلال ہے۔ ان حضرات کا کہنا ہے کہ ارسال کرنے والا اگر ثقہ اور عادل ہو تو اس کا ارسال مان لینا چاہیئے اس لئے کہ اس کی ذات پر اعتماد کرنا پڑتا ہے۔ ھاں اگر ارسال کرنے والا صحت کی شرائط پر پورا نہ اترتا ہو تو پھر اس کی روایت قابل رد ہے۔ لیکن روایت کا قابل رد ھونا اس کے ارسال کی وجہ سے نہیں بلکہ اس کی ذات کی وجہ سے ہے۔ امام ابو حنیفہ،امام مالک اور امام احمد رحمهم الله مراسیل سے استدلال

کرنا جائز سمجھتے ہیں ۔ امام ابو داؤد ان کے قول کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

وحجتهم فی ذلک ان التابعی الذی اسقط الصحابی اما ان یکون عدلا اولا ۔ فان کان الثانی بطل الاحتجاج بحدیثه لعدم عدالته لا لارساله ۔ و ان کان عدلا لم یجز ان یسقط الواسطة بینه و بین النبی صلی الله علیه وسلم الا وهو عدل عنده غیر متردد فی عدالیة ۔ والا کان فعله تلبیسا قادحا فی عدالته " ۔ (۱۷)

ان حضرات کی دلیل یہ ہے کہ وہ تابعی جس نے صحابی کا نام لئے بغیر روایت کی ہو یا تو وہ ثقہ اور عادل ہو گا اور یا نہیں ہوگا ۔ اب اگر وہ عادل نہیں ہے تو روایت اس کے عادل نہ ہونے کی وجہ سے باطل ہے اس لئے نہیں کہ اس نے ارسال سے کام لیا ہے ۔ اور اگر ثابت ہو جائے کہ وہ عادل ہے تو اس کے ارسال سے کوئی فرق نہیں پڑتا ۔ اس لئے کہ اس نے جس واسطہ کا ذکر نہیں کیا ہے وہ ضرور ثقہ اور عادل ہو گا ، اور اگر یہ مان لیا جائے کہ وہ تو ثقہ ہے لیکن جس سے اس نے روایت کی ہے وہ ممکن ہے ثقہ نہ ہو تو اس صورت میں اس کی اپنی عدالت اور ثقاهت اصولاً ختم ہو جاتی ہے ۔ اس لئے کہ اس کے ایسا کرنے سے اس کی عدالت متاثر ہو جاتی ہے ۔

امام ابو داؤد اس ضمن میں مزید کہتے ہیں کہ اس دلیل کی بنا پر بعض حضرات نے مرسل کو مسند روایت پر ترجیح دی ہے ۔ اس لئے کہ مرسل میں ذمہ داری ارسال کرنے والے کی ہوتی ہے ۔ اور مسند میں راوی کی اپنی ذمہ داری نہیں رہتی ۔ آپ لکھتے ہیں ۔

"ومن هھنا ذهب بعض العلماء کعیسی بن ابان ان المرسل اقوی من المتصل من جهة ان الراوی اذا ذکر من اخذ عنه کان محیلا لک علی ماتعرفه عنه من صفات القبول او اضدادها ــ واذا اسقطه والفرض

انه عدل كان ملتزما لک ان الساقط عدل وعلے هذا قيل من اسند فقد احالک ومن ارسل فقد تکفل لک ـــ (۱۸)

یعنی اسی بناء پر بعض علماء مثلاً عیسی بن ابان وغیرہ کا رجحان اس طرف ہے کہ مرسل روایت متصل کے مقابلہ میں زیادہ قوی ہے۔ اس لئے کہ راوی نے جب اپنے شیخ کا تذکرہ کر لیا تو یہ ذمہ داری آپ کی ہے کہ اس کی صفات اور صحت کی شرائط کو تلاش کریں اور پھر روایت کی حیثیت متعین کریں ۔ لیکن جب وہ ارسال کرتا ہے اور ارسال کرنے والا ثقہ اور عادل ہے تو اس صورت میں اس نے ذمہ داری اپنے سر لے لی اور آپ کو مشکل سے بچا لیا ۔

علامہ قرافی کا رجحان بھی اسی طرف ہے۔ آپ لکھتے ہیں ,,حجة الجواز ان سکوته عنه مع عدالة الساکت و علمه ان روایته یترتب علیها شرع عام ، فیقتضی ذلک انه ماسکت عنه الا وقد جزم بعدالته ، فسکوته کاِخباره بعدالته وهو لوز کّاه عندنا ، قبلنا تزکیته وقبلنا روایته ، فکذلک سکوته عنه ـــ ،، (۱۹)

مرسل کے جواز کی بڑی دلیل یہ ہے کہ ارسال کرنے والا جب عادل اور ثقہ ہوتے ہوئے خاموشی اختیار کر لیتا ہے تو اس کی یہ خاموشی بے وجہ نہیں ہو سکتی ۔ وہ جانتا ہے کہ جو روایت وہ بیان کر رہا ہے شریعت پر اس کے اثرات مرتب ہو سکتے ہیں ۔ لیکن پھر بھی خاموش رہتا ہے اس کی خاموشی کا مطلب یہ ہے کہ جس راوی کا نام اس نے نہیں لیا وہ اس کے نزدیک عادل ہے اور اس کی عدالت میں اسے کوئی شک اور تردد نہیں ہے۔ یہاں اس کی خاموشی ایسی ہے گویا کہ وہ اس کی عدالت کی خبر دے رہا ہے۔ اگر وہ صراحةً کہہ دیتا کہ محذوف راوی ثقہ ہے تو ہمیں یہ بات ماننی پڑتی اور روایت قبول کرنی ہوتی ۔ اس لئے اس کے سکوت کا بھی یہی حکم ہے ۔

امام نووی کہتے ہیں کہ امام مالک ، امام ابو حنیفہ اور امام احمد نیز اکثر فقہاء کا قول یہ ہے کہ مرسل قابل استدلال ہے۔

فقہاء حضرات کے اس قول میں اس لحاظ سے بہت وزن ہے کہ ارسال کرنے والا اگر ثقہ اور عادل ہے تو پھر اس کے ارسال کی وجہ سے روایت کو رد نہیں کرنا چاہیئے جس طرح ثقہ راوی کا روایت میں اضافہ قابل تسلیم ہے۔ اسی طرح ثقہ راوی کا ارسال بھی قابل اعتبار ہونا چاہیئے ۔ لیکن یہاں جو چیز قابل غور ہے وہ یہ ہے کہ راوی کو ارسال کرنے کی عادت نہ ہو بلکہ اس کی ایسی روایتیں بھی موجود ہوں جو متصل السند ہوں ۔ ورنہ کہا جا سکے گا کہ وہ جان بوجھ کر ارسال کر رہا ہے۔ جبکہ اسناد بہرحال ارسال سے بہتر ہے۔

شیخ جمال الدین دمشقی نے بھی اس موضوع پر گفتگو کی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ کسی تابعی کے بارے میں یہ حکم لگانا کہ وہ تحدیث میں کذب سے کام لیتا تھا ، بہت دور کی بات ہے۔ اس لئے مراسیل میں ضعف کا احتمال نہ ہونے کے برابر ہے۔

آپ لکھتے ہیں :

ومن الحجج لهذا لقول : ان احتمال الضعف فی الواسطة حیث کان تابعیا لاسیمّا بالکذب ، بعید جدا ۔ فانه صلی الله علیه وسلم اثنی علی عصر التابعین وشهد له بعد الصحابة بالخیریة ثم للقرینن ــــ بحیث استدل بذلک تعدیل اهل القرون الثلاثه ــــ وان تفاوتت منازلهم فی الفضل ۔ (۲۰)

فقہاء حضرات کے قول کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ تابعی سے پہلے جو واسطہ رہ گیا ہو اس کے بارے میں ضعف کا احتمال بہت دور کی بات ہے۔ اس لئے کہ حضور علیہ السلام نے تابعین کے دور کی تعریف فرمائی ہے اور صحابہ کے بعد ان کی اچھائی بیان کی ہے۔

بلکه دو قرنوں کا تذکرہ کیا ہے جس میں قرون ثلاثه کی تعدیل کی واضح دلیل موجود ہے۔ یه الگ بات ہے که فضیلت کے لحاظ سے ان میں فرق پایا جاتا ہے۔

جہاں تک اس مرسل روایت کا تعلق ہے جس میں صرف صحابی کا واسطه رہ گیا ہو اور معلوم ہو که درمیان میں کوئی اور واسطه نہیں ہے تو ایسی روایت اعلی درجه کی مرسل ہے۔ اور اسے قابل عمل سمجھنا چاہئیے ۔ ہاں اگر درمیان میں کئی راوی چھوٹ گئے ہوں تو پھر اس روایت کی حیثیت کمزور ہو جاتی ہے اور صحت کی اولین شرط اس میں باقی نہیں رہتی جو اتصال سند ہے۔

اگر روایت ایسی ہو جس میں صحابی نے ارسال کیا ہو تو ایسی روایت تمام فقہاء اور محدثین کے نزدیک قابل اعتماد ہے۔ امام نووی لکھتے ہیں : ۔

,,و اما مرسل الصحابی وهو روايتہ ، مالم یدرکه او یحضره کقول عائشه رضی الله عنها : اول مابدی به رسول الله صلی الله علیه وسلم من الوحی الرویا الصالحة ۔ فمذهب الشافعی والجماهیر انه یحتج به ۔ ،،(۲۱)

جہاں تک صحابی کی مرسل روایت کا تعلق ہے تو یه سب کے نزدیک حجت ہے۔ اس کی صورت یه ہو سکتی ہے که صحابی نے خود حضور علیه السلام سے روایت اخذ نه کی ہو بلکه کسی اور صحابی سے سنی ہو اور پھر اس روایت کو براہ راست بیان کر دیا ہو۔ مثلاً حضرت عائشه کی ,,اول مابدی ـــ و الی روایت ـــ اس قسم کی روایت کے بارے میں امام شافعی اور جمہور کا مسلک یه ہے که قابل حجت اور قابل عمل ہے۔

اس ضمن میں صرف ابو اسحاق اسفرائینی کا قول ملتا ہے کہ آپ کے نزدیک صحابی اور تابعی کی مرسل روایات کا درجہ ایک ہے۔ اور جو حکم تابعی کی مرسل روایت کا ہے وھی صحابی کی مرسل کا بھی ہے۔ لیکن علامہ سیوطی نے ان کا قول تفصیل سے نقل کیا ہے اور بتایا ہے کہ صحابی کی مرسل سب کے ہاں قابل حجت ہے۔ آپ لکھتے ھیں ۔

,,ماتقدم من الخلاف فی المرسل ، کله فی غیر مرسل الصحابی ۔ اما مرسل الصحابی کا جنازه عن شئی فعلهالنبی صلی الله علیه وسلم او نحو مما یعلم انه لم یحضره لصغر سنه او لتاخر اسلامه او غیر ذلک ، فالمذهب الصحیح الشمهور الذی قطع به جمهور اصحابنا وجماهیر اهل العلم انه حجة ـ (۲۲)

یعنی مرسل کے بارے میں جو اختلاف ہے اس سے مراد وہ مرسل ہے جو صحابی کی نہ ہو ۔ جہاں تک صحابی کی مرسل روایت کا تعلق ہے جس میں اس نے حضور علیہ السلام کے کسی قول یا فعل وغیرہ کو نقل کیا ہو اور یہ معلوم ہو کہ کم سنی یا حلقہ اسلام میں دیر سے آنے کی بناء پر اس نے براہ راست حضور علیہ السلام سے وہ روایت نہیں سنی تو مشہور اور صحیح قول یہی ہے کہ ایسی روایت حجت ہے۔

محدثین حضرات نے جمہور کا مسلک یہی بتایا ہے کہ صحابی کی مرسل روایت متفقہ طور پر قابل تسلیم و اعتماد ہے۔ ان حضرات کے نزدیک صحابی کی مرسل اس لئے قابل استدلال ہے کہ اصولاً صحابہ سارے کے سارے عادل ھیں ۔ اور عادل کے بارے میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس نے جو روایت بیان کی ہے ، حضور علیہ السلام کی طرف اسے منسوب کرنے میں جھوٹ کا احتمال ہو سکتا ہے۔ اس

اصول کو مدنظر رکھ کر اگر یہ کہا جائے کہ غیر صحابی کے بارے میں بھی اگر محدثین کا اتفاق ہو جائے کہ وہ ثقہ اور عادل ہے تو پھر اس کے ارسال کی بھی وہی حیثیت ہونی چاہیئے جو صحابی کے ارسال کی ہے۔ اس لئے کہ دونوں کی ثقاھت اور عدالت کی شہادت موجود ہے۔

اس بارے میں علمائے حدیث اور فقہاء کے اور بھی اقوال اور بیان کردہ نکات پیش کئے جا سکتے ھیں۔ لیکن خوف طوالت کی بناء پر چھوڑنا پڑ رہا ہے۔ اب ہم تیسرے مسلک کا مختصراً تذکرہ کریں گے۔

(۳) مرسل شروط کے ساتھ حجت ہے۔

علماء کی ایک جماعت کے نزدیک مرسل نہ تو مطلقاً قابل رد ہے اور نہ مطلقاً قابل استدلال ہے بلکہ اس کیلئے کچھ شرائط ھیں اگر وہ شرائط پوری ہوتی ہوں تو پھر اسے قابل حجت کہنا چاہیئے ورنہ نہیں۔ علامہ سیوطی اس سلسلہ میں لکھتے ھیں:

,,ذھب کثیر من الائمه الی الاحتجاج بالمرسل بملاحظات دققوا فیها منهم الامام الشافعی رحمهٔ الله "۔ (۲۳)

بہت سارے ائمہ کے نزدیک مرسل روایت شروط اور قیود کے ساتھ قابل استدلال ہے۔ امام شافعی کا تعلق بھی اس جماعت سے ہے۔

امام نووی، امام شافعی کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ھیں کہ آپ کے نزدیک مرسل بالکلیہ قابل رد نہیں۔ بلکہ اس کیلئے کچھ حدود اور قیود رکھی گئی ھیں۔ اور جو مرسل ان حدود کے اندر ہوتی ہے۔ آپ اسے قبول کرتے ھیں۔ آپ لکھتے ھیں: ,,قال الشافعی: واحتج بمرسل کبار التابعین اذا اسند من جهة اخری، أو ارسله من أخذ عن غیر رجاله الاول أو وافق قول الصحابی او افتی اکثر العلماء بمقتضاه

ــ هذا نظر الشافعی فی الرسالة وغیرها ــ وهکذا نقل عنه الائمه المحققون من الفقها والمحدثین کاالبیهقی والخطیب ــ » (۲۴)

امام شافعی کہتے ہیں کہ میں اس مرسل روایت کو قابل حجت تسلیم کرتا ہوں۔ جسے بزرگ تابعین میں سے کسی نے بیان کیا ہو۔ لیکن کسی دوسرے سند سے وہ متصل ہو۔ یا اس کا ارسال ایسے راوی نے کیا ہو۔ جس نے پہلی روایت کے رجال کے علاوہ اور راویوں سے اسے اخذ کیا ہو۔ یا وہ کسی صحابی کے قول سے مطابقت رکھتی ہو۔ یا اکثر علماء نے اس کی بنیاد پر فتوی دیا ہو۔ (امام نووی کہتے ہیں) کہ الرسالہ میں امام شافعی نے اپنا نقطہ نظر یہی بتایا ہے۔ اور محققین فقہاء اور محدثین نے ان کا یہی قول نقل کیا ہے۔ امام بیہقی اور خطیب بغدادی سے بھی یہی منقول ہے۔

امام شافعی کا عام طور سے یہی مسلک بتایا جاتا ہے کہ آپ مرسل روایت کو قابل حجت نہیں سمجھتے اور جن مراسیل کو قابل استدلال مانتے ہیں۔ وہ صرف سعید بن المسیب کی مراسیل ہیں حالانکہ یہ بات صحیح نہیں۔ امام شافعی ہر مرسل روایت کو اپنی شرائط کے ترازو میں تولتے ہیں اور جو روایت ان پر پوری اترتی ہے اسے آپ قبول کرتے ہیں۔ حافظ ابو بکر بیہقی امام شافعی کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

قال الشافعی : نقبل مراسیل کبار التابعین اذا انضم الیها ما یوکدها ، فان لم ینضم لم نقبلها سواء کان مرسل ابن المسیب او غیره ــ» (۲۵)

امام شافعی کہتے ہیں کہ ہم کبار تابعین کی مراسیل اس وقت قبول کرتے ہیں۔ جب ان کی تائید کیلئے روایات موجود ہوں۔ اور اگر ایسا نہ ہو تو پھر ہمارے ہاں یہ مقبول نہیں خواہ ابن المسیب کی

هوں یا کسی اور تابعی کی ہوں۔

علامہ سیوطی کہتے ہیں کہ امام شافعی نے سعید بن المسیب کا تذکرہ اپنے اصول میں اس لئے کیا ہے کہ سعید کبار تابعین میں سے ہیں اور حفاظ کے زمرہ میں آتے ہیں۔ نیز آپ کی مراسیل کی دوسری روایات سے تائید بھی ہوتی ہے۔

نتائج :۔ مذکورہ اقوال کو تفصیلاً دیکھنے کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ فقہاء اور محدثین کا مرسل کے قابل استدلال ہونے میں اختلاف ہے اور ان حضرات سے مختلف قسم کے اقوال منقول ہیں لیکن ان میں تین مسلک زیادہ مشہور ہیں۔

(۱) مرسل قابل حجت ہے۔

(۱۱) مرسل قابل حجت نہیں ہے۔

(۱۱۱) مرسل شروط کے ساتھ قابل حجت ہے۔

محدثین اور فقہاء نے اپنے اپنے اقوال کی تائید میں جو دلائل دیئے ہیں وہ بڑے وزنی ہیں۔ ہمیں ان کی فقاہت ، ثقاہت اور رسوخ فی العلم پر پورا اعتماد ہے۔ یہاں جو چیز نظر آتی ہے وہ یہ ہے کہ مرسل کی حجیت کے بارے میں علمائے حدیث اور علمائے اصول کا اتفاق ہے البتہ اصطلاح اور تعبیر میں فرق ہے۔

علمائے حدیث صرف اس روایت کو مرسل مانتے ہیں جس کا راوی تابعی ہو اور علمائے اصول نے اس میں تعمیم کی ہے۔ ان کے نزدیک اگر آخری راوی تابعی ہو اور دو واسطے چھوٹ گئے ہوں تو بھی روایت مرسل کہلائے گی اور یہیں سے ان حضرات کا اختلاف شروع ہو جاتا ہے۔

ورنہ محدثین کی اصطلاح میں جو مرسل ہے وہ بالکلیہ قابل رد نہیں ، بلکہ قابل اخذ اور قابل عمل ہے۔ امام مالک کی موطا میں

کتنی روایات مرسل ھیں جن پر ان کے ھاں عمل ھوتا ہے۔

بعض حضرات مرسل کو قابل استدلال نہیں سمجھتے ان کی بڑی دلیل یہ ہے کہ محذوف راوی کی حالت معلوم نہیں ھوتی اور اس لئے روایت قابل اعتماد نہیں ۔ یہاں دو صورتیں ھو سکتی ھیں ۔ ایک صورت یہ ہے کہ سند میں آخری راوی کا نام حذف کر دیا گیا ھو اور ظاھر ہے کہ ارسال کرنے والا اگر کبار تابعین میں سے ہے تو وہ محذوف راوی صحابی ھو گا اور صحابہ کے بارے میں اصول یہ ہے کہ ,,الصحابہ کلہم عدول،، یعنی صحابہ سب کے سب عادل ھیں ۔ اس لئے منفی احتمال ختم ھو جاتا ہے اور اصول کے مطابق ایسی روایت کو قابل قبول ھونا چاھیئے ۔

دوسری صورت یہ ہے کہ ارسال کرنے والے تابعی کا تعلق صغار تابعین سے ھو اس صورت میں ممکن ہے اس نے روایت کبار تابعین میں سے کسی تابعی سے اخذ کی ھو اور پھر دو واسطے (تابعی اور صحابی) چھوڑ دیئے ھوں ۔ اس صورت میں بھی آخری واسطہ صحابی کا ہے جو جرح سے مستثنیٰ ہے دوسرا واسطہ تابعی کا ہے جس کا تعلق ظاھر ہے کبار تابعین سے ھوگا ۔ اگر ارسال کرنے والے راوی کے شیوخ کے ذیل میں اس تابعی کا حال معلوم ھو جائے تو یہاں بھی وہ احتمال ختم ھو جاتا ہے اور ایسی روایت بھی قابل تسلیم ھونی چاھیے ۔ ایک بات یہ بھی ہے کہ ارسال کرنے والا تابعی اگر ثقہ ہے اور اس کی ثقاھت مسلمہ ہے تو بھی یہ احتمال خود بخود ختم ھو جاتا ہے کہ اس نے اپنی طرف سے روایت حضور علیہ السلام کی طرف منسوب کی ھو گی ۔ اس لئے کہ ایسا کرنے سے اس کی اپنی ثقاھت اور عدالت ختم ھو جاتی ہے ۔ علمائے رجال کبھی بھی اس کو ثقہ راویوں میں شمار نہ کرتے اگر وہ ثقہ نہ ھوتا ۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے مرسل روایات کا جو تجزیہ کیا ہے وہ انہی امور کے پیش نظر کیا ہے۔ آپ کے بارے میں یہ بات جو مشہور کر دی گئی ہے کہ مرسل آپ کے ہاں قابل حجت نہیں صحیح نہیں۔ ہماری تحقیق کے مطابق آپ مرسل روایات کو تسلیم کرتے ہیں۔ ہمارے پاس ایسے کئی شواہد اور مثالیں ہیں جن میں امام شافعی نے مرسل روایات کی بنیاد پر فتوی دیا ہے۔ یااجتہاد کیا ہے۔ امام نووی اس بارے میں لکھتے ہیں : ,,الاطلاق فی النفی والاثبات غلط ، بل ھو (الشافعی) یحتج بالمرسل بالشروط۔ ،، (۲٦) یعنی مرسل کی حجیت کے بارے میں امام شافعی کی طرف نفی اور اثبات کا قول منسوب کرنا صحیح نہیں۔ آپ مرسل کو شروط کے ساتھ تسلیم کرتے ہیں۔

جہاں تک دیگر فقہاء کا تعلق ہے ان حضرات کے ہاں بھی مرسل آنکھیں بند کر کے قبول نہیں کر لیا جاتا بلکہ حدود و قیود کے ساتھ قبول کیا جاتا ہے۔ جن حضرات کو اس بارے میں پورا علم نہیں وہ یہ سمجھتے ہیں کہ فقہاء احناف اور دیگر فقہاء ہر قسم کی مرسل روایت کو تسلیم کرتے ہیں اور ہر حال میں تسلیم کرتے ہیں۔ یہ بات صحیح نہیں۔

فقہاء حضرات جب بھی کسی روایت کو لیتے ہیں تو پہلے اس کی حیثیت متعین کرتے ہیں اور جب کسی باب میں انہیں صحیح اور مسند روایت ملتی ہے وہاں ضعیف اور مرسل قسم کی روایت نہیں لیتے۔ ہاں اگر ایک روایت سنداً کمزور ہو لیکن عملاً متواتر ہو تو اس صورت میں اس کی مزید تحقیق کرتے ہیں۔

مرسل کی حجیت کے بارے میں علمائے حدیث اور علمائے اصول کا کوئی اختلاف نہیں۔ علمائے حدیث اور علمائے اصول دونوں کا موقف یہی ہے کہ حدیث بہرحال رائے سے بہتر ہے خواہ ضعیف اور

مرسل کیوں نہ ہو ۔ اس اصول کے پیش نظر ہم کہہ سکتے ہیں کہ حدیث مرسل علماء حدیث اور فقہاء سب کے نزدیک قابل حجت اور قابل عمل ہے ۔

حوالہ جات

۱ ۔ الجزائری ، طاهر بن صالح ۔ توجیه النظر فی اصول الاثر ۔ ص ۳۳ ۔ المدینة المنوره ، نشر الکتب العلمیه ۔

۲ ۔ مسلم بن الحجاج القشیری ۔ صحیح مسلم کتاب البیوع ۔ محمود الطحان الدکتور ۔ مصطلح الحدیث ۔ ص ۷۰ ۔ لاهور ، دارنشر الکتب الاسلامیه ۔

۳ ۔ جمال الدین القاسمی الدمشقی ۔ قواعد التحدیث ۔ ص ۱۳۳ ۔ بیروت ۔ لبنان ، دارالکتب العلمیة ۔ ۱۹۷۹ء ۔

۴ ۔ قواعد التحدیث ص ۱۳۴ ۔

۵ ۔ بشیر احمد العثمانی مولانا ۔ مقدمه فتح الملهم شرح صحیح مسلم ص ۳۳ ۔ کراچی ، مکتبه رشیدیه ۔ ۱۹۸۵ م ۔

۶ ۔ محمد عمیم الاحسان المجددی ۔ مقدمه علی المراسیل للامام ابی داؤد ص ۱ ، کراچی ، میر محمد کتب خانه مرکز علم و ادب آرام باغ ۔

۷ ۔ احمد محمد شاکر ۔ الباعث الحثیث ۔ ص ۳۹ ۔ القاهره ، مکتبه دارالتراث ۔ ۱۹۷۹ء ۔

۸ ۔ ایضاً ۔

۹ ۔ نواوی ، ابو زکریا محی الدین بن شرف ۔ تقریب مع التدریب ص ۱۹۳ ، ۹۴ ۔ کراچی ، میر محمد کتب خانه ۔ ۱۹۸۲ء ۔

۱۰ ۔ امجد علی مولانا ۔ درایة فی اصول الحدیث ۔ ص ۸۰ ۔ ادارۂ تحقیقات اسلامی ۔

۱۱ ۔ نواوی ، ابوزکریا محی الدین بن شرف ۔ شرح مقدمه صحیح مسلم ص ۲۲ ۔ کراچی ، نور محمد اصح المطابع ۔ ۱۹۵۶ ء ۔

۱۲ ۔ ایضاً ۔

۱۳ ۔ ابن حجر ، احمد بن علی بن محمد العسقلانی ۔ نخبة الفکر ص ۱۷ ۔ المدینة المنوره ، نشر الکتب العلمیه

۱۴ ۔ سیوطی ، جلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر ۔ تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی ۔ ص ۱۹۸ ۔ کراچی ، میر محمد کتب خانه ۔ ۱۹۸۲ء ۔

۱۵ ۔ شرح مقدمه صحیح مسلم للنواوی ۔ ص ۱۷ ۔

۱۶ ۔ فتح الملهم شرح صحیح مسلم ج ۱ ، ص ۳۴ ۔

١۷ ـ مقدمه على المراسيل للامام ابى داؤد ـ ص ١ ـ
١٨ ـ ايضاً ـ ص ٢ ـ
١٩ ـ قواعد التحديث ص ١٣۴ ـ
٢٠ ـ قواعد التحديث ص ١٣٦ ـ
٢١ ـ شرح مقدمه صحيح مسلم للنواوى ـ ص ١۷ ـ
٢٢ ـ تدريب الراوى ـ ص ١٩٩ ـ
٢٣ ـ فتح الملهم شرح صحيح مسلم ـ ج ١ ـ ص ٣٥ ـ
٢۴ ـ تدريب الراوى فى شرح تقريب النواوى ـ ص ٢٠١ ـ
٢٥ ـ قواعد التحديث ـ ص ١٣٨ ـ
٢٦ ـ قواعد التحديث ـ ص ١۴٠ ـ

●●●